CC BY

pISSN: 2789-4169
eISSN: 0000-0000

ماجد مشتاق رائے
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو،جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد
Majid Mushtaq Rai
PhD Scholar, Dept. of Urdu, Govt. College University, Faisalabad.
پروفیسرڈاکٹر محمد آصف اعوان
پروفیسر ،شعبہ اردو،جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد
Prof. Dr. Muhammad Asif Awan
Professor, Dept. of Urdu, Govt. College University, Faisalabad.

خانوادۂ سلیم بیتاب : اہم ادبی حوالہ

Kahnwada Saleem Betab: Important literary Reference

Abstract:

In the history of urdu literature there are so many families contributed in different times. Family of Saleem Betab contributed a lot and worthwhile in the urdu literature. Saleem Betab was a famous poet and his poetry commonly appreciated in sixth and seventh decade of twentieth century. This article reflects the literary contribution of Saleem Betab's family. It will help the readers to know about this family and its literary contribution.

Keywords: Saleem Betab, Writer Guilds, Lamhon ki Zinjir, Hawa ki Dastak, Jawan Marg, Hyco

کلیدی الفاظ: سلیم بیتاب، رائٹر گلڈز، لمحوں کی زنجیر، ہوا کی دستک، جواں مرگ، ہائیکو

فیصل آباد کے شعری افق میں ایک نمایاں نام 'سلیم بیتاب' کا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد جب نئے شعری تجربے اور اُفق دریافت ہو رہے تھے ، لاہور کے حلقۂ اربابِ ذوق کے پلیٹ فارم سے ناصر کاظمی، احمد مشتاق اور باقی صدیقی جیسے لوگ غزل کے میدان کو بلند پایہ سرمایہ سے سنوار رہے تھے۔ جدید شاعری کے علم بردار نئے شعری پیراڈایم متعارف کرانے میں مصروف تھے۔ جیلانی کامران، افتخار جالب، انیس ناگی، سہیل احمد خاں نظم کی نئی جہتیں سامنے لا رہے تھے ۔ اسی عرصے میں فیصل آباد کے شعری منظر نامے میں سلیم بیتاب کا نام اپنی پہچان بنانے میں مصروف تھا۔

ان کا معروف شعر:

میں نے تو یونہی راکھ میں پھیریں تھیں انگلیاں
دیکھا جو غور سے تری تصویر بن گئی[۱]

یہ شعر آج بھی ان کی پہچان ہے۔ سلیم بیتاب کا نام'محمد سلیم' اور تخلص 'بے تاب' تھا۔ ابتدا میں 'مجروح' بھی تخلص کیا مگر جلد ہی 'بے تاب' کی طرف رجوع کیا۔ محمد سلیم بیتاب ۲۔اپریل ۱۹۴۰ء کو جالندھر کی بستی پیرداد میں پیدا ہوئے۔[۲] یہ بستی علم و ادب کے حوالے سے زرخیز ثابت ہوئی اسی بستی سے فیصل آباد کے ابتدائی پی ایچ۔ڈی اُردو ڈاکٹر ریاض مجید (معروف شاعر) اور ڈاکٹر ریاض احمد ریاض (ابن انشا پر مقالہ تحریر کیا) بھی تھے جو بعد ازاں سلیم بیتاب کی طرح فیصل آباد آ کر آباد ہوئے۔ سلیم بیتاب کے والد خوشی محمد نلکوں (واٹر پمپ) کا کاروبار کرتے تھے

یہ آبائی کاروبار تھا جو انھیں اپنے والد رحمت اللہ سے ورثے میں مِلا۔ خوشی محمد گو کہ نلکوں کا کاروبار کرتے تھے مگر اعلیٰ پائے کے کہانی گو تھے۔ عامر سلیم بیتاب اپنے دادا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

’’والد کی زندگی میں بھی ہم دونوں بھائی دادا جان کے زیادہ نزدیک تھے وہ ہمیں میلوں ٹھیلوں میں لے کے جاتے اور کہانیاں سُناتے ۔ ارد گرد کے لوگ ان کے پاس کہانیاں سننے کے لیے بیٹھتے۔ وہ اعلیٰ پائے کی کہانیاں بیان کرتے اور خاندان کے علاوہ دیگر احباب بھی اس پر مداحی پیش کرتے۔‘‘[۳]

قیامِ پاکستان کے بعد سلیم بیتاب کا خاندان فیصل آباد(اس وقت لائلپور) کے مضافات کے ایک گاؤں خوشپور میں آباد ہوا۔ اس گاؤں میں اکثریت عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی ہے ۔ پیشہ ور گھرانے مسلماں تھے انھی میں سے ایک گھرانہ سلیم بیتاب کے بزرگوں کا تھا ۔ سلیم بیتاب نے ابتدائی تعلیم جھنگ اور فیصل آباد کے سکولوں سے حاصل کی۔ ۱۹۶۱ء میں بی۔اے کا امتحان پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پاس کیا ۔ بعد ازاں ۱۹۶۳ء میں ایم۔اے اُردو کا امتحان پاس کرنے کے بعد اسلامیہ کالج، فیصل آباد میں اُردو لیکچرار مقرر ہوئے۔[۴]

سلیم بیتاب فیصل آباد کی ادبی تاریخ میں ایک اہم شاعر کے طور پر نمودار ہوئے۔ اپنے ہم عصروں سے منفرد اسلوب اور موضوعات کی بدولت جلد ہی ان کی شہرت لاہور کے ادبی حلقوں تک پہنچی اور وہ حلقۂ ارباب ذوق لاہور کے اجلاسوں میں مدعو کیے گئے۔ انھی دنوں پاکستان رائٹرز گلڈز سے وابستہ ہوئے۔ اس حوالے سے فیصل آباد کے ابتدائی ارکان میں سے اہم اخلاق حیدر آبادی فرماتے ہیں:

’’سلیم بیتاب عمدہ شاعر اور بہترین انسان تھا وہ ادبی سرگرمیوں میں متحرک رہتا۔ ساتھیوں کو متحرک رکھتا اور ان تھک کوششوں میں مصروف رہتا۔ سفر حضر کبھی اس کے رستے کی دیوار نہ بنا۔‘‘[۵]

سلیم بیتاب رائٹر گلڈز کے علاوہ فیصل آباد میں بننے والی ادبی تنظیموں میں بھی پیش پیش رہا کرتے۔ یہاں تک کہ گھریلو ذمہ داریوں کا زیادہ بوجھ بھی ان کے والد کے کندھوں پر رہتا۔ فیصل آباد میں شعر و ادب کے فروغ کے لیے ہمہ وقت مصروفِ عمل رہتے۔ حلقۂ اربابِ ذوق فیصل آباد کے بانی ارکان میں شامل تھے، فیصل آباد میں غالب کمیٹی کا قیام عمل میں آیا تو اس میں بطورفعال رکن اپنا کردار ادا کرتے رہے، انجمن اہلِ قلم لائل پور کے صدر بھی رہے۔ فیصل آباد کے شعر و ادب میں بہتری کے لیے پنجاب کے وزیر اعلیٰ ملک معراج خالد سے ملاقات کی ۔ اس ملاقات میں ان کے ساتھ ریاض مجید اور سعادت سعید بھی شامل تھے۔[۶] اس کے علاوہ اس وقت کے صدر پاکستان ذوالفقار علی بھٹو سے بھی ایک وفد کی صورت ملاقات کی۔ اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شعر و سخن کے لیے سلیم بیتاب کا والہانہ جذبہ کس عروج پر تھا۔ اسی ذوق و شوق کی تکمیل کے لیے سرگرمِ عمل تھے کہ اجل کے بے رحم ہاتھ انھیں اس فانی دنیا سے اُچک کر ابدی سفر پر لے گئے۔ان کی وفات کے حوالے سے اخلاق حیدرآبادی بیان کرتے ہیں :

’’لاہور سے رائٹر گلڈز کی مصروفیات کے بعد بطور سیکرٹری جنرل فیصل آباد یہاں ایک میٹنگ کا اہتمام تھا کہ راستے میں شیخو پورہ کے قریب کار حادثے کا شکار ہوئے۔ حادثہ اتنا شدید تھا کہ وین میں کوئی مسافر بھی باقی نہ رہا۔‘‘[۷]

سلیم بیتاب کی وفات کا صدمہ فیصل آباد کے ادبی حلقوں میں شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا یہاں تک کہ مشہور شاعر ناز خیالوی نے اس سانحے کوا یک شعر میں یوں بیان کیا :

تاریخ فن کا آج پھر اک باب جل گیا
اک حادثے کی آگ میں بیتاب جل گیا(۸)

سلیم بیتاب کی ناگہانی وفات جہانِ علم و ادب کے لیے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ سلیم بیتاب کی جواں سال موت پر ان کے دوست احباب ایک عرصے تک اس سانحہ کے زیرِ اثر رہے۔ اس سلسلے میں 9۔نومبر 1974ء بروز ہفتہ ان کی رہائش پر محفلِ مشاعرہ کا اہتمام کیا گیا جس میں شعرا کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی اور سلیم بیتاب کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ ان شعرا میں نادر جاجوی ، مسرور بدایونی ، نثار اکبر آبادی ، انور محمود خالد،حبیب عیشی، مشتاق باسط اور تنویر جیلانی نمایاں تھے۔(۹)

اس کے بعد ملک بھر میں سلیم بیتاب کی یاد میں پروگرام کیے گۓ اور بڑے بڑے نامور شعرا نے انھیں خراجِ تحسین پیش کیا۔ غلام رسول شوق کی نظم ''آہ سلیم بیتاب'' قیوم ناصر کی ''شعلہ تھا ایک وہ'' ،فراز صدیقی کی ''ہر انجمن کی آنکھ کا تارا'' ، علی اکبر عباس کی ''اجل ستیز''، طاہر صدیقی کی ''فنکار امر ہے''، حزیں لدھیانوی کی ''یاد ہمیں بیتاب رہے گا'' ، خورشید رضوی کی ''سلیم بیتاب'' جیسی نظمیں مختلف شماروں میں چھپیں اور سلیم بیتاب کے فن کے اعتراف کے باب میں سند کا درجہ حاصل کر گئیں۔

سلیم بیتاب نے اپنی مختصر زندگی میں بے مثل ادبی سرمایہ چھوڑا۔ ان کا مجموعۂ کلام ''لمحوں کی زنجیر'' ۱۹۷۲ء میں اشاعت پذیر ہوا جبکہ دوسرا مجموعہ ''ہوا کی دستک'' ان کی وفات کے بعد ۱۹۷۴ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اس کے علاوہ ان کا غیر مطبوعہ کلام بھی ان کی بیاد میں موجود ہے۔ شاعری کے علاوہ انھوں نے تنقیدی مضامین بھی لکھے جن میں ''مثنوی سحرالبیان پر ایک نظر'' ، ''مرتضیٰ برلاس کی غزل''،''غزل میں علامتوں کا استعمال'' ،''پس منظر کا پس منظر''،''شہزاد کی غزل''، ''شمس نعمان''، ''غالب ایک آفاقی شاعر'' اور'' میرزا ادیب ۔ ایک ادیب ساز شخصیت '' شامل ہیں۔ ان مضامین کے علاوہ کچھ مزاحیہ مضامین بھی تحریرکیے ہیں جن میں ''اومنی بس کے فوائد''،''ادیب اور منافقت''نمایاں ہیں۔

سلیم بیتاب کا پہلا مجموعہ ''لمحوں کی زنجیر'' ۱۹۷۲ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اس کتاب کے نام کے انتخاب میں احمد ندیم قاسمی اور ڈاکٹر وزیر آغا جیسے دوستوں کا مشورہ بھی شامل تھا۔ اس کتاب کے منظرِ عام پر آتے ہی مقبولیت کے زینے طے کرنے شروع کیے۔ احمد ندیم قاسمی نے سلیم بیتاب کی کتاب پر ان خیالات کا اظہار کیا:

''جب کسی شاعر کو علم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور کن حالات نے اُسے سوچنے اور کہنے پر مجبور کیا ہے تو ایسے شاعر کے اظہار و ابلاغ میں کوئی فاصلہ باقی نہیں رہتا اور سلیم بیتاب ایسا ہی باشعور شاعر ہے۔''(۱۰)

اس کتاب پر شاہین مفتی ، انور محمود خالد، یوسف عزیز نے تنقیدی مضامین لکھ کر سراہا ۔ یہ مضامین بھی مذکورہ مجلہ دانش سلیم بیتاب نمبر میں شامل ہیں۔

سلیم بیتاب کی دوسری کتاب ''ہوا کی دستک'' ان کی وفات کے بعد منظرِ عام پر آئی۔اس کتاب کی ضخامت کل ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ جن میں ۳۸ غزلیں، ۱۷ نظمیں، ۲۶ قطعات ، ۹ ترانے اور مفرد اشعار شامل ہیں۔ اس حوالے سے یہ بات ضروری ہے کہ اس میں سلیم بیتاب کا تمام غیر مطبوعہ کلام شامل نہ ہوا اس کی وجہ دوستوں کی محبت اور عجلت ہے کہ انھوں نے دستیاب کلام شائع کرنے میں بہتری سمجھی، اسے پروگریسو پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا۔

سلیم بیتاب کے صاحبزادے عامر سلیم بیتاب ان کے تمام کلام کو یکجا کر کے کلیات شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس پر کام جاری ہے۔(۱۱) جس سے ان کا تمام کلام منظرِ عام پر آ سکے گا۔اس کتاب کے حوالے سے اسرار زیدی کی رائے ملاحظہ ہو:

اس کو تو نام و ننگ سے کوئی غرض نہ تھی
میں ہی غریب اُلجھا ہوا وسوسوں میں تھا

یہ خوبصورت شعر فیصل آباد کے جوانمرگ شاعر سلیم بیتاب کا ہے جس کے بارے میں ممتا ز شاعر انجم رومانی کی یہ رائے واقعی ایک سند کی حیثیت رکھتی ہے کہ یہی ایک شعر بیتاب مرحوم کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔''[۱۲]

اس کتاب پر احمد ندیم قاسمی اور منیر نیازی کی آرا ءبھی شاملِ کتاب ہیں جن میں سلیم بیتاب کی شاعری پر مختصر مگر جامع اظہارِ خیال نظر آتا ہے ۔ اس کتاب کی غزلوں کے حوالے سے انور محمود خالد کی رائےہے:

''سلیم بیتاب کی غزلیں موضوعاتی اعتبار سے کئی رویوں کی حامل ہیں، تاہم ان میں رومانی ، معاشرتی اور سیاسی اشعار کی تعداد غالب ہے۔''[۱۳]

سلیم بیتاب مرحوم کی شاعری میں رومانی، سیاسی، معاشرتی موضوعات کا خوب صورت اظہار نظر آتا ہے۔ ان کے مجموعۂ کلام میں ترقی پسندیت اور رومانویت کا خوب صورت امتزاج ہے، جو ان کی فکری تحریک اور عدم جمود کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان کے بعض اشعار دیگر کئی شعرا کی معروف غزلوں پر بھاری نظر آتے ہیں:

میں اپنی ہر شکست کو دیتا گیا شکست
تخریب میری لذتِ تعمیر بن گئی[۱۴]

تیرے فراق میں تا زیست جس کو رونا ہے
تو اس کی آنکھ میں اِک بحرِ بیکراں رکھ دے[۱۵]

کب سے پھر رہا ہوں سحر کی تلاش میں
حدِ نظر تک ہے وہی شام آج بھی[۱۶]

دور سے بھیجے ہوئے لفظوں کی کیسی آبرو
مل نہیں سکتا تو اس کو خط بھی لکھنا چھوڑ دے[۱۷]

اسی طرح ان کی ایک غزل روزنامہ'' سعادت''میں شائع ہوئی جس کے یہ اشعار ان کے منفرد اسلوب کے ترجمان ہیں:

روشنی کی بھیک مانگوں غیر سے
اتنا بھی تاریک میرا گھر نہیں
سامنے شیشے تو ہیں لاکھوں مگر
آج اپنے ہاتھ میں پتھر نہیں
ہو گئے بیتابؔ اب ہم سرفراز
اب کسی چوکھٹ پہ اپنا سر نہیں[۱۸]

سلیم بیتاب کی شاعری زندگی کے مختلف پہلوؤں کی خوب صورت عکاس ہے ۔''ہوا کی دستک'' میں شامل نظم ''کسانوں کے نام'' اور ترانے ان کی مٹی سے محبت کی مثال ہیں۔ سلیم بیتاب عام شعرا کی طرح شہرت کے شائق نہیں تھے بلکہ بلاوجہ داد و تحسین سے دور بھاگتے تھے ۔ اس حوالے سے ش۔حق لائلپوری لکھتے ہیں:

''وہ عجیب قسم کا شاعر ہے ۔ زیادہ واہ واہ اور داد سے بیزار ہوتا ہے بلکہ ایسے ماحول میں وہ یا تو معذرت چاہ لے گا یا پھر جان بوجھ کر شعر بھول جائے گا۔''[۱۹]

اردو ادب کا یہ جواں مرگ شاعر چونتیس سال کی عمر میں ۲۱ جون ۱۹۷۴ء کو اس دارِ فانی سے رُخصت ہوا۔ ان کے علمی و ادبی جانشین ان کے بیٹے سلیم بیتاب ، عامر سلیم بیتاب ، مدثر سلیم اور نوید سلیم ہیں۔

خانوادۂ سلیم بیتاب کا ایک اہم حوالہ سلیم بیتاب کے بڑے صاحبزادے تنویر بیتاب ہیں۔ نام تنویر احمد سلیم اور تنویر بیتاب کے نام سے لکھتے ہیں ان کا میدان نثر نگاری ہے۔ریڈیائی فیچر ، کالمز، خاکہ نگاری اور کہانی نویسی کے میدان میں اپنا خاص تعارف رکھتے ہیں۔ تنویر بیتاب ۱۹۶۰ء میں پیدا ہوئے اور والد کی وفات کا صدمہ کم سِنی میں برداشت کیا۔ ایم۔بی۔اے کرنے کے بعد مختلف اداروں سے وابستہ رہے ۔ اس وقت بطور ڈائریکٹر ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ سیدہ خاتونِ جنت ٹرسٹ ہسپتال اینڈ سپیشل ایجوکیشن فیصل آباد سے وابستہ ہیں۔[۲۰]

اپنی پیشہ وارانہ مصروفیات کے ساتھ اپنے علمی و ادبی ذوق کو پروان چڑھانے کے لیے مختلف اخبارات سے وابستہ رہے جن میں روزنامہ ''عوام'' فیصل آباد ، روزنامہ ''پیغام''فیصل آباد اور روزنامہ ''صداقت''لاہور نمایاں ہیں۔ ریڈیو پاکستان سے بطور اسکرپٹ رائٹر وابستگی تین دہائیوں پر محیط ہے۔ تنویر بیتاب کی تصانیف میں ''صدا بہ صحرا'' اخباری اور ریڈیائی کالموں کا مجموعہ ہے جو ۲۰۱۹ء میں منظرِ عام پر آیا۔ ''لفظ بولتے ہیں'' ان کی مختصر کہانیوں کی کتاب ہے جو ۲۰۱۹ء میں منظرِ عام پر آئی جبکہ ''یس سر'' اور ''روشن چاند'' شخصی خاکوں کے مجموعے زیرِ طبع ہیں۔ ''چانن'' اور''چاچا علم دین'' پنجابی ریڈیائی فیچرز ہیں اور ان کی طباعت کا بھی اہتمام کیا جا رہا ہے۔

تنویر بیتاب اپنے بارے میں بیان کرتےہیں:

''اپنےو الد کی مصروفیات کی وجہ سے ان سے بہت زیادہ قربت نہ رہی ، ان کی شفقت بے مثال تھی جب بھی وقت ہوتا حوصلہ افزائی کرتے ، میں اپنے دادا سے زیادہ قریب تھا جو خود کہانی گو تھے اور اس میدان میں شہرت رکھتے تھے، میں نے کتاب کا انتساب بھی انھی کے نام کیا ہے۔ دادا کی طبیعت سے کہانی گوئی میسر آئی اور ارد گرد کے حالات نے کالم اور فیچر کی طرف راغب کیا۔''[۲۱]

تنویر بیتاب بھی اپنے والد کی طرح شہرت کے خواہاں کبھی نہیں رہے ۔ فیصل آباد کے ادبی منظر نامے میں جس طرح کے مناقشے نظر آتے ہیں ان کی فطرت کے خلاف ہیں لہٰذا وہ خاموشی سے کام کرنے والے لوگوں میں شامل ہیں ان کے ریڈیائی فیچرز کے بارے میں ڈاکٹر محمود رضا سید بیان کرتے ہیں:

''تنویر بیتاب کے اسکرپٹس ریڈیو پاکستان سے اپنے مقالے کے لیے حاصل کیے ۔ انھیں پڑھ کر اندازہ ہوا کہ یہ شخص کس قدر گہری نظر اور پختہ فکر کا حامل ہے ، ان کے فیچرز میں معاشرے کی تلخیوں کو جس قدر سادگی سے بیان کیا گیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کے موضوعات انسان اور انسانی زندگی کی کج رویوں سے متعلق ہیں، جن میں انسانی زندگی کی بہتری کی خواہش بدرجہ اتم دکھائی دیتی ہے۔''[۲۲]

تنویر بیتاب کے فیچرز، کالمز اور کہانیاں وسعتِ فکر کی عمدہ مثال ہیں ۔ ان کی کہانیوں کے بارے میں ڈاکٹر ریاض مجید کی رائے ''لفظ بولتے ہیں'' کے ابتدائی صفحات میں کچھ یوں درج ہے:

''یہ کہانیاں اختصار کے باوجود تفصیلی تجزیے کی متقاضی ہیں خصوصاً ان کے بین السطور طنز و شگفتگی کے عناصر توجہ طلب ہیں۔ تنویر نے اپنے مخصوص اسلوب سے ہماری سیاست اور معاشرت کی منافقت اور بدعملی کی جس طرح نشان دہی کی ہے وہ خاصے کی چیز ہے۔ مختصر مختصر کہانیوں میں طنزیہ طرز ادا جہاں شگفتگی پیدا کرتی ہے وہاں پرھنے والے کے ذہن پر ایک گہری لکیر بھی چھوڑتی ہے۔''[۲۳]

تنویر بیتاب معاشرے کا حساس فرد ہے یہی حساسیت اس کی تحریروں کا خاصا ہے ، اس نے اپنے والدکے برعکس شاعری کی بجائے نثر کا میدان چُنا جس میں ان کی خدمات کا سفر جاری و ساری ہے۔

خانوادۂ سلیم بیتاب کا ایک اور اہم نام عامر سلیم بیتاب ہے ۔ سلیم بیتاب کے چار صاحبزادوں میں دوسرے نمبر پرہیں۔ عامر سلیم بیتاب نے بچپن میں یتیمی کے دکھ کو سہا مگر اسے پاؤں کی زنجیر نہیں بننے دیا۔ تعمیراتی شعبے سے وابستہ ہیں اور آج کل اپنا کاروبار کر رہےہیں ۔ عامر سلیم بیتاب بچپن سے ہی لکھنے لکھانے کی طرف مائل تھے ۔ سکول کے زمانے سے ہی نمایاں اخبارات و رسائل میں چھپتے رہے۔ شاعری ، چھوٹی چھوٹی کہانیاں اور کارٹون شائع ہوتے رہے ۔ عامر سلیم عامیؔ کے نام سے لکھا کرتے تھے ۔ بعد ازاں والد کے دوستوں کے آمادہ کرنے پر عامر سلیم بیتاب کے نام سے لکھنا شروع کیا۔ بچپن کی یادوں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

> ’’بچپن سے ہی اخبارات و رسائل سے خط و کتاب جاری رہتی ۔ میری تحریریں اور کارٹون مختلف اخبارات میں شائع ہوتے تھے اگر کسی طرف سے تجاویز کے ساتھ تحریر واپس آ جاتی تو میں دوبارہ بھیجا تھا اور کبھی اس طرح کی باتوں سے دل برداشتہ نہیں ہوا ہم نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینا میرے زمانۂ طالب علمی کا نمایاں حوالہ رہا۔‘‘[۲۴]

عامر سلیم بیتاب نے ادبی زندگی میں باضابطہ پہچان بطور شاعر بنائی اور بچپن کے دیگر شوق اخباری تراشوں کی صورت میں ان کے ذاتی ریکارڈ میں محفوظ ہو کر رہ گئے۔ عامر سلیم بیتاب نے مختلف ہیئتوں میں شعر کہے ۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ ’’شب گزیدہ سحر‘‘ ۱۹۹۷ء میں منظر عام پر آیا جس میں نظمیں اور غزلیں شامل ہیں جبکہ دوسرا مجموعہ ’’صَلِّ وَسَلِّم‘‘ کے نام سے ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا جو نعتیہ ہائیکو پر مشتمل ہے ۔ ان کے چھے شعری مجموعے زیر طبع ہیں جن میں ’’نسبت نامہ‘‘ ،’’صورت ‘‘(رباعیات)، ’’درپیش‘‘ ، ’’خواب اندر خواب‘‘ (غزلیات)، ’’شبو‘‘(دوہے) اور ’’نظم نامہ‘‘(نظمیں) شامل ہیں۔

عامر سلیم بیتاب کا شعری سفر تین دہائیوں سے زیادہ پر محیط ہے۔ان کی پیشہ وارانہ مصروفیات کی وجہ سے تمام تر شعری تخلیقات منظر عام پر نہ آ سکیں جسے اب منظر عام پرلا رہے ہیں ۔ ان کے کلام میں پختگی ان کے ابتدائی مجموعہ سے ہی نظر آتی ہے۔ ان کی کتاب ’’شب گزیدہ سحر ‘‘ میں شامل پروفیسر اشفاق بخاری سابق صدر شعبہ گورنمنٹ کالج ،فیصل آباد کی رائے اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

’’عامر سلیم بیتاب نے ’’شب گزیدہ سحر‘‘ میں اظہار کا جو اسلوب وضع کیا ہے اس میں سادگی، بے ساختہ پن نمایاں ہے۔ معصوم جذبوں کا بے پایاں اظہار ملتا ہے ۔ ایک بات جس کی اس نوجوان شاعر کو داد ملنی چاہیے کہ اپنی عمر کے وفور جذبات کو

سوئے قطار می کنم ناقہ بے زمام را

کی صورت قلم بند کیا ہے ۔ اس حوالہ سے وہ فیصل آباد کے ان شاعروں سے الگ ہو گیا ہے جو خود آرائی یا شاعرانہ تعلیٰ کا شکار ہیں۔‘‘[۲۵]

عامر سلیم بیتاب سادگی سے شعر کہنے جو ملکہ رکھتے ہیں ان کے اس شعر سے عیاں ہے:

عامرؔ ترے حروف میں رسوائی اُس کی ہے
دل کی لگی نہ شعر کے پیکر میں ایسے ڈھال[۲۶]

حالات کا جبر اور سماج کے مسائل کا ادراک ان کے شعروں کا خاص حوالہ بنتا ہے۔ ملکی حالات کے حوالے سے یہ اشعار خوب صورت اظہار یہ بنتے ہیں:

اس کے ہے مقدر میں کہ وہ دھوپ میں جھلسے
اسے ملک ملک میں جو شخص بھی دستار وطن ہے
یوں ٹھاٹھ سے رہتا ہے میرے دیس میں دھنواں
جیسے کہ وہی ایک تو حقدار وطن ہے[27]

عامر سلیم بیتاب کا دوسرا مجموعہ ’’صَلِّ وَسَلِم‘‘ نعتیہ ہائیکو پر مشتمل ہے جو ۲۰۱۹ء میں منظر پر آیا ۔ اس کتاب میں شاعر نے ہائیکو کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے ۔ابتدائیہ ڈاکٹر ریاض مجید کا اور آخر میں ان کی اپنی تحریر شامل ہے۔ پہلا حصہ ’’بلغ العلٰے بِکَمَالِہٖ‘‘ کے عنوان سے ہے جس میں تراسی ہائیکو ، دوسرا حصہ ’’کشف الدجےٰ بجمالہٖ‘‘ کے عنوان سے ہے جس میں باسٹھ ہائیکو اور تیسرا حصہ’’حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ‘‘ کے عنوان سے تضامین پر مشتمل ہائیکو شامل ہیں۔ اس حصے کی خاصیت یہ ہے کہ کل تینتیس ہائیکو معروف شعرا کے مصرعوں کی تضامین اور ان کے رنگ میں کہی گئی ہیں جو منفرد اور بے مثل تجربہ ہے۔ولی دکنی کے مصرعے پر تضمین لگاتے ہوئے کیا عمدہ ہائیکو کہی ہے:

جو گزر جاوے اپنی سوں
یادِ احمدؐ میں راکھ ہو جاوے
’’مذہبِ عشق میں نمازی ہے‘‘(۲۸)

غالب کے رنگ میں ہائیکو عشق رسول سے لبریز ہائیکو میں اپنے قلبی تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں:

ایسا اولیٰ جہاں میں ’’شافعؐ‘‘
شاہ ہو یا گدا ہو اس ’’شہہؐ‘‘ کا
’’کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند‘‘(۲۹)

عامر سلیم بیتاب کی نعتیہ ہائیکو عقیدت سے بھرپور ، عشق رسول سے مزیّن ہے ۔ ان کا شعری سفر جاری و ساری ہے۔ سلیم بیتاب کے تیسرے صاحبزادے مدثر سلیم کالم نگاری سے وابستہ رہے۔ ان کے کالموں کا مجموعہ ان کے بھائی عامر سلیم بیتاب کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

خانوادۂ سلیم بیتاب فیصل آباد کے ادبی منظر نامے کا اہم حوالہ ہے جس کا تذکرہ کیے بغیر ادبی تاریخ نامکمل ہے ۔ اس خانوادے کا ادبی فیضان جاری و ساری ہے اور علم و ادب کے چاہنے والوں کے لیے قابلِ قدر نمونے پیش کر رہا ہے۔

******

حواشی و حوالہ جات

1- سلیم بیتاب، لمحوں کی زنجیر،راولپنڈی: خالد ندیم پبلی کیشنز، ۱۹۷۲ء،ص:39
2- اشرف اشعری، شخصیت آباد،فیصل آباد:مظہر پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء، ص:۱۵۰
۳- عامر بیتاب، راقم سے ملاقات، بمقام دفتر عامر بیتاب، ڈی گراؤنڈ، فیصل آباد، ۳ جنوری ۲۰۲۰ء
۴- بحوالہ دستاویزات مملوکہ عامر بیتاب، فرزند سلیم بیتاب
۵- اخلاق حیدرآبادی سے راقم کی ملاقات، ۲۳ جنوری ۲۰۲۰ء، بمقام دفتر لائل پور پبلشرز، فیصل آباد
۶- بحوالہ روزنامہ مساوات، ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۲ء
۷- اخلاق حیدرآبادی سے راقم کی ملاقات، ۲۳جنوری ۲۰۲۰ء، بمقام دفتر لائل پور پبلشرز، فیصل آباد
۸- ناز خیالوی، تم اک گورکھ دھندہ ہو، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص:۱۷۲
۹- عوام ،روزنامہ، لائل پور،۱۰نومبر ۱۹۷۴ء
۱۰- احمد ندیم قاسمی، بیتاب کا فن، مشمولہ: مجلہ دانش، سلیم بیتاب نمبر، اسلامیہ کالج، فیصل آباد، ۱۹۷۴ء، ص:۱۲

۱۱۔ عامر بیتاب، راقم سے ملاقات، بمقام دفتر عامر بیتاب، ڈی گراؤنڈ، فیصل آباد، ۳ جنوری ۲۰۲۰ء
۱۲۔ اسرار زیدی، ہوا کی دستک کی تعارفی تقریب رپورٹ، مشمولہ:اخبارِ جہاں،ہفت روزہ، ۳ تا ۹ اپریل ۱۹۷۸ء
۱۳۔ انور محمود خالد، ہوا کی دستک، مشمولہ:ماہِ نو، ماہنامہ، لاہور، شمارہ دسمبر ۱۹۷۸ء، ص:۳۶
۱۴۔ سلیم بیتاب، لمحوں کی زنجیر، ص:۳۹
۱۵۔ ایضاً،ص:۳۲
۱۶۔ ایضاً،ص:۵۸
۱۷۔ سلیم بیتاب، ہوا کی دستک،لاہور:پروگریسو پبلی کیشنز، ۱۹۷۴ء،ص:۱۶
۱۸۔ سعادت، روزنامہ، لائل پور، ۱۸ نومبر ۱۹۶۸ء
۱۹۔ ش ۔حق لائل پوری، سلیم بیتاب، مشمولہ:قندیل، ہفت روزہ، لاہور، ۱۹ تا ۲۵ مارچ ۱۹۶۷ء
۲۰۔ تنویر بیتاب، راقم سے ملاقات،بمقام خاتون جنت ٹرسٹ ہسپتال،فیصل آباد،۱۶دسمبر۲۰۱۹ء
۲۱۔ ایضاً
۲۲۔ محمود رضا سید،ڈاکٹر ، راقم سے ملاقات، بمقام شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، ۷ جنوری ۲۰۲۰ء
۲۳۔ تنویر بیتاب، لفظ بولتے ہیں، فیصل آباد: قرطاس، ۲۰۱۹ء،ص:۱۴
۲۴۔ عامر بیتاب، راقم سے ملاقات، بمقام دفتر عامر بیتاب، ڈی گراؤنڈ، فیصل آباد، ۳ جنوری ۲۰۲۰ء
۲۵۔ عامر سلیم بیتاب، شب گزیدہ سحر، فیصل آباد: شانی بابا پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، ص:۱۳۰
۲۶۔ ایضاً،ص:۱۰۸
۲۷۔ ایضاً،ص:۸۵
۲۸۔ عامر سلیم بیتاب، صلِّ وسلم، فیصل آباد: زیدی لیزر پرنٹرز، ۲۰۱۹ء، ص:۹۱
۲۹۔ ایضاً،ص:۹۴